علامہ اقبالؒ کی قرآن کریم سے محبت

☆ سعیدہ راجہ

حق تعالیٰ جل شانہ کے نزدیک سچا، پسندیدہ اور قابل قبول دین صرف دین اسلام ہے اور مکمل ضابطہ حیات کی صورت میں قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ انسان کی دنیا و آخرت کی زندگی کی کامیابی و ناکامی کا انحصار اسی قرآن سے وابستگی کی نوعیت پر ہے.

تاریخ شاہد ہے کہ اس کتاب کے نزول سے پہلے انسان جہالت کے اندھیروں میں گم تھا۔ اللہ کریم نے ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی صورت میں مکمل دستور العمل دیکر آپ کو ہدایت فرمائی کہ آپ اس کی تعلیمات کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں، چنانچہ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فریضہ مقدس کو تائید ایزدی کے ساتھ ایسا نبھایا اور ایسا معاشرہ تشکیل دیا جو خیر القرون کہلایا، جس نے باطل وطاغوت کا قلع قمع کر دیا۔ اس معاشرے کے حسن کا عالم یہ تھا کہ "تمام دین اللہ کے لیے ہوگیا" اور گردنیں بتوں کی بندگی کے طوق سے نجات پا کر اللہ رب العزت کے سامنے سجدہ ریز ہوگئیں.

قرآن حکیم نے زندگی کے بارے میں جو اصول وضع کیے اور عروج وزوال کی جو حکمتیں اور دلائل پیش کیے، جہاں گیری اور جہاں بانی کے جو گُر بتلائے جب بھی اور جس نے بھی اس سے رہنمائی حاصل کی، فیض یاب ہوا۔ اور جس نے اس سے رُوگردانی کی، قصرِ مذلت اس کا مقدر بنی.

برعظیم پاک و ہند میں بھی ایسی باکمال اور خدا رسیدہ ہستیاں سامنے آتی رہیں جنہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو خالق سے مخلوق کو جوڑنے میں صرف کر دیا۔ ان میں حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبالؒ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں.

☆ لیکچرار گورنمنٹ کالج برائے خواتین گلبرگ لاہور

۱۔علامہ اقبال بحیثیت داعی قرآن

علامہ اقبال نے ایسے فتنہ انگیز دور میں آنکھ کھولی، جب مسلمان پوری دنیا میں زوال اور بے یقینی کا شکار تھے۔ حضرت علامہ محمد اقبال مسلمانوں کی اس حالت سے بہت دل گرفتہ رہتے تھے۔ انہوں نے ایمانی قوت کے ساتھ دعوت دین کو مقصد حیات بنایا۔ فرماتے ہیں:

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

اس وقت سیاسی حالات بظاہر نہایت دل شکستہ تھے، لیکن علامہ اقبال کا جذبہ عشق اور سچی لگن تھی کہ مسلمان دین کی طرف مراجعت کریں اور اسلام کو دنیا میں غالب حیثیت حاصل ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے تادمِ زیست مسلمانوں کو قرآن کے گرد جمع ہونے کی دعوت دی۔

نہ ہو نومید نومیدی زوالِ علم و عرفان ہے
امید مردِ مومن ہے خدا کے راز دانوں میں
نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشت ویران سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ایک بے مثال قادر الکلام اور ہمہ جہت شاعر ہونے کے باوجود اقبالؒ نے شاعری کو اپنے لیے کبھی وجہ افتخار نہیں سمجھا، بلکہ ہمیشہ قرآن کو پیش نظر رکھ کر ادبی دنیا کو ایک نیا نظریہ ادب دیا۔ انہوں نے ہر اس ادارے اور تنظیم کا بھرپور ساتھ دیا جو اصلاح امت کے جذبے کے تحت وجود میں آئی۔ علامہ اقبالؒ نے علما مشائخ اور دانش وروں کے ساتھ خط و کتابت، ذاتی روابط اور ملاقاتوں میں ان دعوتی، علمی اور تحقیقی منصوبوں پر کام کرنے کے لیے متوجہ کیا جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے ضروری تھیں۔ اقبالؒ کے نزدیک مردِ مومن خدا کا حقیقی نائب اور خلیفہ ہے۔ قرآن کریم کو دین کی ایک مکمل کتاب سمجھتے ہیں، اسی لیے انہوں نے فرمایا:

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

اقبال کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ مسلمانوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ایک طبقہ پیدا ہو جو ملت اسلامیہ کی خدمت کرے۔

۲۔قرآن سے شغف

علامہ اقبالؒ کو قرآن کریم سے بے پناہ محبت تھی۔انہیں معانی قرآن پر پختہ یقین تھا۔ ان کا تعلق قرآن سے بہت گہرا اور مضبوط تھا۔مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اقبال کی شخصیت پر یہ عظیم کتاب (قرآن) جس قدر اثر انداز ہوئی ہے، اتنا وہ کسی شخصیت سے متاثر ہوئے اور نہ کسی اور کتاب نے ان پر ایسا اثر ڈالا۔ان کا قرآن سے شغف، تعلق اور شعور و احساس کے ساتھ مطالعہ کا ذوق بہت زیادہ ہے۔''

علامہ اقبال کے والد محترم شیخ نور محمد بھی مطالعہ قرآن کا ایک خاص ذوق رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے والد کی رہنمائی اور ہدایت پر ایک منفرد انداز سے قرآن کا مطالعہ شروع کیا۔سید نذیر نیازی نے اقبال کے حوالے سے بیان کیا ہے:

''قرآن مجید دل کے راستے سے شعور میں داخل ہوتا ہے''

انہوں نے علامہ اقبال کے حوالے سے نقل کیا ہے:

میرا معمول تھا کہ میں ہر روز فجر کی نماز کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا اسی دوران میں والد محترم بھی مسجد سے تشریف لاتے، مجھے تلاوت کرتے دیکھ کر اپنے کمرے میں تشریف لے جاتے، ایک روز وہ حسب معمول مسجد سے واپس آئے اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ میں تلاوت کرتے کرتے رک گیا، کہنے لگے تم کیا پڑھا کرتے ہو، مجھے تعجب بھی ہوا اور ملال بھی کہ دیکھ بھی رہے ہیں کہ قرآن کریم پڑھ رہا ہوں پھر بھی پوچھ رہے ہیں، بہر حال میں نے ادب سے جواب دیا ''قرآن پاک'' فرمایا تم جو کچھ پڑھتے ہو سمجھتے بھی ہو، میں نے عرض کیا تھوڑی بہت عربی جانتا ہوں کچھ نہ کچھ سمجھ لیتا ہوں۔اس وقت تو خاموشی سے اٹھے اور چلے

گئے لیکن پھر کچھ دن بعد فرمایا بیٹا قرآن مجید وہی سمجھ سکتا ہے جس پر اس کا نزول ہوا اور اپنے اس ارشاد کی وضاحت بھی خود ہی فرمائی کہ ''شعور انسانی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ جب وہ مرحلہ بھی آ گیا کہ زندگی اپنے مقصود کو پالے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، باب نبوت بند ہوا، انسانیت اپنے معراج کمال کو پہنچی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ وکاملہ ہر اعتبار سے ہمارے لیے حجت، مثال اور نمونہ ٹھہرا، اب جتنا بھی کوئی اسی رنگ میں رنگتا چلا جائے گا اتنا ہی قرآن مجید اس پر نازل ہوتا رہے گا۔''

اِس خوبصورت وضاحت کے بعد اقبال نے قرآن کریم کو اس طرح پڑھنا شروع کیا گویا وہ واقعی ان پر نازل ہو رہا ہے اور وہ خود ہی اس نتیجے پر پہنچے:

تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

علی بخش جو سالہا سال شب و روز علامہ کی خدمت کرتے رہے۔ دن رات ان کے اندازِ زیست کے شاہد رہے۔ فرماتے ہیں، جب تک علامہ کی آواز بیماری سے متاثر نہیں ہوئی تھی وہ قرآن کی تلاوت بلند آہنگ میں خوش الحانی سے کرتے تھے۔ شعر گوئی کے دوران میں اکثر قرآنِ مجید لانے کو کہتے، شعر گوئی کے علاوہ بھی دن میں کئی بار مجھے بلا کر قرآن مجید لانے کی ہدایت کرتے تھے.

عشق قرآن اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے اقبال کے شخصی عناصر کی تعمیر ہوئی ہے:

نقشِ قرآن تا دریں عالم نشست
نقشہائے کاہن و پاپا شکست
فاش گویم آنچہ در دِل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

رئیس الاطباء حکیم حسن قرشی لکھتے ہیں:

''آپؒ کلام پاک خاص دل سوزی اور شغف کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ پڑھتے اور روتے جاتے، حتیٰ کہ اوراق مصحف تر بتر ہو جاتے اور ان کو دھوپ میں سکھایا جاتا۔ آپ کی تلاوت کا خاص قرآن اسلامیہ کالج لاہور کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور اس روایت کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے۔''

۳۔علامہ کا قرآن میں غور وفکر اور استغراق

علامہ اقبالؒ قرآن کو اِس غور وفکر اور تدبر سے پڑھا کرتے تھے گویا وہ واقعی ان پر نازل ہو رہا ہے۔

اقبال کے استغراق کے متعلق مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

''علامہ اقبال نے اپنی پوری زندگی قرآن مجید میں غور وفکر اور تدبر وتفکر کرتے گذاری۔ قرآن اقبال کی محبوب ترین کتاب تھی۔ جوں جوں ان کا مطالعہ قرآن بڑھتا گیا، ان کے فکر میں بلندی اور ایمان میں زیادتی ہوتی گئی، انہوں نے فرمایا کہ قرآن ایسی شاہ کلید ہے کہ حیات انسانی کے جس شعبہ پر بھی اسے لگائیے وہ فوراً کھل جائے گا۔ قرآن زندگی کا ایک واضح دستور اور ظلمتوں میں روشنی کا مینار ہے۔''

مرزا جلال الدین بیرسٹر لکھتے ہیں:

مطالبِ قرآنیہ پر ان کی ہمیشہ نظر رہتی۔ کلام پاک کو پڑھتے تو اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرتے، بلکہ نماز کے دوران جب بآوازِ بلند پڑھتے تو آیاتِ قرآنی پر فکر رکھتے اور ان سے متاثر ہو کر رو پڑتے.

علامہؒ کی آواز میں ایک خاص کشش تھی جس سے سننے والوں کا دل پگھل جاتا۔ انہوں نے اپنے پیغام میں قرآن سے نورِ ہدایت حاصل کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔

قرآن کا مطالعہ کریں اور اقبال کی شاعری کی ورق گردانی کریں ہمیں اقبال کا کلام قرآن کی تفسیر معلوم ہوتا ہے۔ قدیم شعرا نے محبوب کے چہرے کو قرآن سے تشبیہ دی، جب کہ

اقبال ''مومن کو قرآن سے تشبیہ دیتے ہیں:

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

انہوں نے اپنی شاعری اور نثر سے مسلمانوں کو یہ بات باور کرائی کہ قرآن ازلی اور ابدی اصولوں کا حامل ہے ہر زمانے میں یکساں قابل عمل ہے اور یہی الہامی کتاب بالآخر دائمی انقلاب کو جنم دے سکتی ہے۔

۴۔قرآن سے استفادہ اور گہری وابستگی

علامہ اقبال کے کلام کا بنظرِ غائر مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کی شاعری کا تار و پود اسلام اور قرآن ہی سے بنایا گیا ہے۔ آپ کی شاعری کا مقصد و محور بھی قرآن، آپکی شاعرانہ مساعی جمیلہ کی منزل بھی قرآن اور پرواز تخیل بھی قرآن ہے.

آپ کی مشہور عالم مثنوی ''اسرار خودی'' قرآن مجید کے گہرے مطالعہ کا بیّن ثبوت ہے۔ آپؒ کے استعارات اور تشبیہات میں قرآن کا گہرا رنگ نظر آتا ہے۔

الم: موج غم پر رقص کرتا ہے حباب زندگی
ہے الم کا سورہ بھی جزوِ کتاب زندگی

نور: اے نشان رکوع سورہ نور
قابل ذلک الکتاب ہے تو

رحمٰن: فطرت کا سرو رازی اس کے شب وروز
آہنگ میں یکتا. صفت سورۂ رحمٰن

شمس: گل وگلزار، تیرے خلا کی تصویریں ہیں
یہ سبھی سورہ والشمس کی تفسیر یں ہیں

فقیر سید وحید الدین بیان کرتے ہیں:

ڈاکٹر صاحب اپنی میکلوڈ روڈ [illegible] میں ڈالہ

صاحب کی قیام گاہ پر ایک نئے ملاقاتی آئے اور انہوں نے آپؒ سے پوچھا: آپ نے مذہب، اقتصادیات، سیاسیات، فلسفہ اور عمرانیات کے علوم پر جو کتابیں پڑھیں، ان میں سب سے زیادہ بلند پایہ اور حکیمانہ کتاب آپ کی نظر سے کونسی گذری ہے۔

ڈاکٹر صاحب اِس سوال کے جواب میں کرسی سے اٹھے اور نو وارد ملاقاتی کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا کہ تم ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اندر چلے گئے، دو تین منٹ بعد واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی، اس کتاب کو انہوں نے اس شخص کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا:

''قرآن کریم'' (سبحان اللہ)۔

اقبالؒ اپنی عملی زندگی میں قرآنی تعلیمات کو بہت اہمیت دیتے تھے اور ذاتی جذبات کو پس پشت ڈال دیتے۔

''علامہ کی بہن کو ان کی سسرال والوں نے پریشان کیا اور وہ میکے چلی آئیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ لوگ مصالحت کے لیے آئے، علامہ اس مصالحت پر راضی نہ تھے۔ والد نے جب دیکھا کہ وہ اس طرف نہیں آرہے تو اپنے خاص انداز میں کہا کہ اللہ کریم نے قرآن کریم میں ''والصُّلح خیر'' فرمایا ہے، اتنا سننا تھا کہ علامہ خاموش ہو گئے۔ بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ قرآنی احکام پر اقبال کے عمل پیرا ہونے نے نہایت مثبت اثرات مرتب کیے۔''

وہ قرآن ہی کو مسلمانوں کے لیے آئین حیات قرار دیتے تھے:

''اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں مسلمان کی حیثیت سے جیو مرو تو ایسا کرنا قرآن کے ساتھ مضبوط وابستگی کے بغیر ممکن نہیں۔''

علامہ نے اِس حقیقت کو واضح کیا کہ قرآن اِس لیے نازل ہوا ہے کہ وہ انسان میں خدا سے ربطِ قلبی کا اعلیٰ شعور پیدا کر دے تاکہ انسان اس ربط کی بدولت مشیت ایزدی سے ہم آہنگی پیدا کر سکے۔

علامہ نے فرمایا: ''خودی کا فلسفہ صوفیائے کرام اور قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ اور

یہ آیت استحکام خودی پر دلیل ہے۔''

''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعاً فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ''(المائدہ،۱۰۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر خودی کی حفاظت فرض ہے، اگر تم ہدایت پر ہو، تو وہ شخص جو گمراہ ہے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تم سب کو اللہ کے ہاں پلٹ کر جانا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال پر مطلع کر دے گا۔

۵۔قرآن کی بالادستی

علامہ ہر پہلو سے قرآن کی بالا دستی کے قائل تھے،ایک روز Max Planck کے نظریہ Quantum اور اس کے بعد کی علمی تحقیق پر گفتگو ہو رہی تھی، ممتاز حسن نے اس سائنسی دریافت کا ذکر کیا کہ جب بہت سے برقیے مل کر حرکت کرتے ہیں تو ان کا عمل اور نتائج یکساں ہوتے ہیں، لیکن جب ایک برقیہ اپنی انفرادی حیثیت میں مصروف عمل ہو تو ضروری نہیں ہوتا کہ یکساں حالات اور یکساں اسباب کے پیش نظر اس برقیے کا ردعمل یکساں ہو، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اسباب و نتائج کے جس رشتے کی بنیاد پر سائنس کا سارا کارخانہ قائم ہے خود وہ رشتہ ہی کمزور نظر آتا ہے اور کائنات کی بنیادی ساخت میں کچھ غیر متعین عناصر ایسے ہیں کہ جن کے عمل کے بارے میں کوئی پیشگی اندازہ کرنا ممکن نہیں۔

علامہ نے فرمایا:''اب سائنس دانوں پر وہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے جس کو قرآنِ کریم نے مختصر طور پر یوں بیان کیا ہے:اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بقرہ:۲۰)''

ممتاز حسن، علامہ کے اس جواب سے نہایت متاثر ہوئے اور کہا:

''واقعی قرآن کریم کی اس حقیقت پر عام مسلمانوں کی نظر نہیں گئی اور سائنس دان اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ خدائے بزرگ و برتر، جو قادرِ مطلق ہے، ان اسباب و نتائج کے محرکات اور مسلسل عمل کے سامنے بے بس ہے۔''

ممتاز حسن بیان کرتے ہیں ایک روز آئن سٹائن کے نظریۂ اضافیت کے سلسلہ میں

روشنی کی رفتار کا ذکر آیا تو میں نے کہا: ''عجیب بات ہے، اب تک خلا میں روشنی سے زیادہ تیز رفتار اور کوئی چیز دریافت نہیں ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روشنی بجائے خود طبیعاتی نقطہء نگاہ سے ایک قدرِ مطلق ہے''

علامہ نے نہایت متانت سے جواب دیا ''کیا تمہیں قرآن کریم کی وہ آیت یاد نہیں:

''اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' (اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے)

اقبال کو جو نورِ معرفت، عظیم بصیرت اور بے نظیر شاعرانہ عظمت ملی وہ سب قرآن ہی کی مرہون منت ہے۔ جب دوسری گول میز کانفرنس منعقدہ ستمبر 1931ء میں علامہ نے شرکت فرمائی، تو ہندوستان ٹائمز کے ایک نمائندے نے علامہ سے پوچھا ''آپ اس کانفرنس میں کیا خاص بات لے کر شامل ہو رہے ہیں۔''

جواب دیا

''میرے پاس قرآن ہے میں اس کو پیش کروں گا''

تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے روانہ ہونے سے پہلے 18 اکتوبر 1933ء کو آپ نے جو بیان دیا اس میں فرمایا:

''میں سمجھتا ہوں کہ میں اس سے بہتر کچھ نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں کو قرآن کریم کے بیان کردہ اصولِ عمل یاد دلاؤں''

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے علامہ کے بارے میں لکھا ہے:

''مغربی تعلیم و تہذیب کے سمندر میں قدم رکھتے وقت اقبالؒ جتنا مسلمان تھا اس کے منجدھار میں پہنچ کر اس سے بھی زیادہ مسلمان پایا گیا۔ اس کی گہرائیوں میں جتنا اترتا گیا زیادہ مسلمان ہوتا گیا اور اس کی تہہ تک پہنچا تو دنیا نے دیکھا کہ وہ قرآن میں گم ہو چکا ہے اور قرآن سے الگ اس کا کوئی فکری وجود باقی نہیں رہا۔ وہ جو کچھ سوچتا تھا قرآن کے دماغ سے سوچتا تھا، جو کچھ دیکھتا تھا قرآن کی نظر سے دیکھتا تھا حقیقت اور قرآن اس کی نظر میں شے واحد تھے اور اس شے واحد میں وہ اس طرح فنا ہو گیا کہ اس دور کے علمائے دین میں بھی مجھے کوئی ایسا

شخص نظر نہیں آتا۔ اقبال بلا شک وشبہ گذشتہ چند سو برسوں کے تمام مفسرین قرآن کا لیڈر نظر آتا ہے۔''

قرآن کی حقیقت کو علامہ نے بڑے سادہ انداز میں بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے عطا تجھے جدت کردار

علامہ نے مسلمانوں کو جو بھی تعلیمی تصورات دیئے وہ سب قرآنی بنیادوں پر قائم ہیں، انہوں نے اصلِ علم قرآن کو مانا۔ مشرق ومغرب کے فلسفے پڑھ کر بالآخر علم کی پیاس قرآن سے بجھائی۔

انہوں نے اس حقیقت کا واشگاف اعلان کیا کہ قرآن کو سمجھے بغیر ہم مسلمان تو ہو سکتے ہیں، لیکن مسلمان رہ نہیں سکتے۔

علامہ نے عمر بھر قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط رکھا، یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام کا بیشتر حصہ قرآنی تعلیمات کی تفہیم وتفسیر پر مشتمل ہے۔

اقبال نے وطن سے محبت کی مگر وطن پرستی سے دور رہے، انہوں نے عشق کی تعریف کی مگر عقل سے دشمنی نہیں کی۔ وہ اسلام اور قرآن کے راسخ العقیدہ معتقد تھے۔ انہوں نے شریعت کی حمایت کی مگر ان کے نزدیک زیادہ تر مدعیان شریعت حقیقت دین سے عاری ہیں۔ ان کے متعلق محمد حسین عرشی نے لکھا ہے:

علامہ اقبال نے ایک بار اسلام یا مسلم کی تعریف میں ایک تقریر فرمائی جس کا مفہوم تھا کہ صحیح معنوں میں انسان مسلمان اس وقت ہوتا ہے جب قرآن کے فرمائے ہوئے اوامر ونواہی اس کی اپنی خواہش بن جائیں اور فضائل اخلاق، عبادت پر کار بند ہونا اور قبائح نفس سے اجتناب کرنا اس کی تمنا بن کر اس کی روح کی گہرائیوں سے نکلیں۔ قرآن اس کے حق میں ایک تلخ اور شافی دوا نہ رہے، بلکہ ایک لذیذ اور زندگی بخش غذا بن جائے منشائے الٰہی اور فطرت انسانی میں مغائرت نہ رہے اور پھر قرآن کریم کی آیت فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا

تلاوت فرما کر فرمایا کہ یہی مطلب ہے اس آیت کا۔

علامہ نے قصہ آدم کو از روئے قرآن اس کی تمام آلودگیوں اور یاس آفرینیوں سے پاک کر کے اسے انسانی ذات کے باطنی امکانات اور نفسیاتی محرکات کی ایک دل چسپ اور یقین افروز سرگذشت بنا دیا ہے۔تصور باری تعالیٰ کو قرآن حکیم کی روشنی میں اس طرح بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک بے مثل و مطلق ذات ہے جو کل کائنات کا خالق ہے اس کا علم اور قدرت کاملہ کائنات کے ذرے ذرے کو محیط ہے۔

اقبال نے نوع انسان کے لیے قرآن کی روشنی میں ایک نصب العین پیش کیا اور مسلمانوں سے توقع کی ہے کہ وہ اس پر عمل پیرا ہو کر دنیا کے سامنے انسانیت کا بہتر نمونہ پیش کریں اس طرح کہ اخوت ومحبت عالم گیر ہو جائے اور اللہ کا دین تمام ادیان پر غالب آ جائے.

مختصر یہ کہ ہم اقبالؒ کی قرآن سے محبت وعقیدت قرآن سے وابستگی ،قرآن کے عمیق مطالعہ، تدبر وتفکر فی القرآن اور استفادہ قرآن کو نہ تو احاطہ تحریر میں لا سکتے ہیں نہ لفظوں میں بیان کر سکتے ہیں ،انہوں نے اپنے ایک دوست کو قرآن سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:

''چراغ سحری ہوں بجھا چاہتا ہوں''

تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن کریم سے متعلق اپنے افکار قلمبند کر جاؤں جو تھوڑی سی ہمت وطاقت ابھی مجھ میں باقی ہے اس خدمت کے لیے وقف کر دینا چاہتا ہوں تا کہ قیامت کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مجھے اس اطمینان خاطر کے ساتھ میسر ہو کہ اس عظیم الشان دین کی جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک پہنچایا کوئی خدمت بجالائی جا سکے.

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاک حجاز

مآخذ

۱۔ ابوالحسن علی ندوی، سید نقوش اقبال، کراچی، مجلس نشریات

۲۔ وحیدالدین خان، فقیر، روزگار جلد اول، لاہور

۳۔ کلیات اقبال۔

۴۔ ماہنانہ دعوۃ، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد.